عرشی صاحب

نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو

از عابدہ رضا بیدار

ہر بستی جب جاگتی ہے اور اس کے اچھے دن جب آنے لگتے ہیں تو وہ ہر نسل میں کم سے کم ایک بڑا آدمی دوسروں کے سامنے اپنا نمائندہ بناکر پیش کرنے لگتی ہے اور وہ ایک فرد پوری بستی کی آبرو کا امین بن جاتا ہے۔

پچھلی نسل میں رامپور نے اپنے آپ کو محمد علی میں پایا اور اس نسل میں امتیاز علی عرشی میں اور دونوں جگہ اپنے امتیاز کو برقرار رکھا۔

طلبے بہم رساں کہ بہ بازی بہ لب رسد
پا ہمتے کہ از سرِ عالم تواں گزشت

عرشی صاحب کو دیوان غالب کی ترتیب پر قوم کا سب سے بڑا ادبی خطاب ملا ہے (۱۹۶۱ء) بظاہر یہ اعزاز اس دیوان پر ملا ہے لیکن ہوتا یوں ہے کہ ساہتیہ اکیڈمی زیر بحث ادیب کی زندگی کے سارے کام کو بھی پیش نظر رکھتی ہے۔ اور عرشی صاحب کو منتخب کرتے وقت ان کے پیش نظر ایڈیشن کا سارا عظیم الشان کام رہا ہے جس نے اردو میں ایڈیٹنگ کو ایک فن لطیف کا درجہ بخش دیا ہے۔

اس اعزاز پر ہم سب مسرور ہیں اور بیحد نازاں کیوں کہ یہ اعزاز ہم سب کو ملا ہے رامپور کو ملا ہے۔ رامپور جس کا دوسرا نام امتیاز علی عرشی ہے!

لیکن آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ عرشی صاحب کا سب سے اہم کام اب سے بیس سال پہلے انجام پایا تھا۔ جب انہوں نے دستور الفصاحت نام کے اردو شعراء کے ایک تذکرہ کو ایڈٹ کیا تھا۔ اور ایڈیشن کا وہ معیار قائم کر دیا تھا جسے آج بھی ریکارڈ کے طور پر ہم فخر کے ساتھ اردو ہی نہیں دنیا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ اور تازہ ترین شاہکار ہے ان کی تصنیف "اردو کی بناوٹ میں افغانوں کا حصہ" جس میں انہوں نے ہزاروں الفاظ اور ترکیبات کو جن کی اصل نامعلوم تھی تجزیہ کرکے بتایا ہے کہ وہ سب رامپور میں خصوصی طور سے بولے جاتے ہیں۔ اور یہ کہ ایسے سب الفاظ اردو زبان کو پٹھانوں کی دین ہیں اس کتاب سے ایک طرف رامپور کی لسانی اہمیت بڑھ جاتی ہے اور اردو شاعری کے اسکول کے اعزاز کے بعد ایک مزید اہم تر اعزاز رامپور کی پیشانی پر دین ہو جاتا ہے۔ دوسری بار اردو کے تشکیلی نظریوں میں اب تک کے جامد بت بھی ٹوٹ جاتے ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۶۱ء کے اخیر میں شائع ہوئی ہے۔

عرشی صاحب کے بارے میں بنیادی اور اہم بات یہ ہے کہ انھوں نے صداقت کی تلاش میں انصاف اور خلوص کا دامن کہیں نہیں چھوڑا ہے۔ وہ صداقت جس نے ایک علامت بن کر عرشی صاحب کے یہاں ادبی تحقیق کی صورت اختیار کر لی ہے۔ ادبی تحقیق اپنی جگہ کوئی عظیم چیز نہیں۔ لیکن سچ پوچھئے تو آج کی دنیا میں کچھ بھی عظیم نہیں۔ ہر چیز کو صرف طریق کار عظیم بناتا ہے اور میں پھر دہراؤں گا کہ عظمت کی بنیاد ہے سچ کی تلاش خلوص اور انصاف کے ساتھ۔

حکیم اجمل خاں، حامد علی خاں اور نجم الغنی خاں

۱۹۸۵ء

(جو یکے بعد دیگرے رضا لائبریری کے ناظم اعلیٰ رہے)
جیسے دیو زاد عالموں کا وارث بن کر اپنے کو صحیح
جانشین ثابت کرنا آسان کام نہ تھا۔ عرشی صاحب
کے سوا اس عہدہ سے کون بر آ سکتا تھا۔

رفتار گفتار اور کردار میں شرافت، کام
میں لگن، ذہن میں مسلسل کرید، اور جستجو اور مزاج
میں لطافت باتوں میں گلوں کی خوشبو۔

نرم دم گفتگو گرم دم جستجو

اکوزئی افغان سرداروں کا یہ ٹھیٹھ افغان
وارث جس نے کبھی ہندوستان سے باہر قدم نہیں
نکالا جو سراسر مشرقی تعلیم و تربیت میں پروان
چڑھا اور ساری عمر رام پور کی چھوٹی سی بستی میں
مقفل ہو کر گزار دی۔

اور اس بد نصیب بستی میں جہاں دو گی

میں انجام کار ندامت و پشیمانی ہے اور تنہائی
میں عافیت و کامرانی اپنی مسرت اور زندہ رہنے
کی لگن سے اس نے عمر عزیز کے ۸۰ سال ایسے
گزار دیئے کہ مردامن بھی کبھی تر نہ ہوا۔ پھر عوام
کو چھوڑ کر دوسری طرف جہاں بڑے بڑوں کے
کبھی کے دن بڑے ہوتے تھے کبھی کی راتیں وہاں
یہ مرد مومن ایک شان بے نیازی کے ساتھ
سارے مراتب کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ لیکن اپنے
آپ کو بھی دیکھتے ہوئے اپنے وقار کو اپنی احتیاط
اور ایمانداری کے بل پر قائم رکھے رہا۔ رام پور ہی
نہیں شاید پورے ہندوستان میں بھی ایک مثال
ایسی ہوگی کہ رام پور کے سربراہ کار کی نظروں پر
کسی ملازم خاص کی یوں یکساں بنی رہی ہو۔

اس کا کریڈٹ بیک وقت دونوں کو جاتا ہے۔

رضا لائبریری کو نواب رضا علی خاں صاحب
کی خصوصی توجہ اور عرشی صاحب کی پر خلوص
لگن نے حیدر آباد کے اداروں کے بعد برصغیر پاکستان
کی مشرقی مخطوطات کی سب سے بڑی لائبریری
بنا دیا ہے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کا کام کرنے والے اور
دوسرے مشاہیر و محققین بڑی تعداد میں اس مرکز
علم سے سیراب ہونے کے لئے آتے رہتے ہیں۔

اب ہم لوگوں کی بس ایک آرزو ہے۔ رضا
لائبریری میں جو خزانہ دفن ہے۔ اس کو قوم کے
لئے فخر اور دنیا کی نعمت بنانے کا صرف ایک ذریعہ
ہے کہ یہاں ایک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کام کرنے
لگے۔ تا کہ قلمی صورت میں جو ذخیرہ چھپا ہے۔ اور
نہ معلوم کب تک دفن رہ کر کسی وقت میں ضائع
ہو جائے (مستقبل پر کس کا بس چلتا ہے؟)
وہ آہستہ آہستہ چھپ کر لوگوں کے سامنے آجائے
عرشی صاحب تنہا سب کام کو نہیں کر سکتے۔
اس قسم کا انسٹی ٹیوٹ عرشی صاحب کی نگرانی اور
نواب صاحب کی سرپرستی میں ہندوستان کا اہم
ادارہ بن سکتا ہے۔ اور ساتھ ہی پی۔ ایچ۔ ڈی
کرنے والے طلباء کم سے کم اردو فارسی، عربی،
تاریخ، فلسفہ آرٹ اور مذہبیات میں یہاں
کے ذخیرے سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔

رام پور میں اچھے کام کرنے والوں کی کمی نہیں
صرف ان سے کام لینے والا ہو۔ کاش اب دنیا
یہ بھی دیکھ لے کہ عرشی صاحب بڑے محقق ہونے
کے ساتھ ادیب گر بھی کتنے بڑے ہیں۔